2782 Comp

گڑیا

قریشی

گڑیا

ایک تفریحی ڈرامہ

لفٹنٹ کرنل ایم۔ اے۔ قریشی
آئی۔ ایم۔ ایس

دہلی اکتوبر ۱۹۳۱ء

اظہارِ خیال

قدرت کی دل کشی، فطرت کا مرقع اور جذبات کی تصویر انسانی زندگی کی روح ہے۔ ہر انسان قدرت۔ فطرت اور جذبات کے آغوش میں پلتا بڑھتا ہے۔ اور ان ہی کی رہنمائی میں زندگی کے مدارج طے کرتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ فطرت اور جذبات کے مشاہدوں سے بہتر انسان کا رہنما آج تک دریافت نہیں ہوسکا۔ انسان کی صحیح رہنمائی کے لئے ہم کو اس کی ضرورت ہے کہ ہم فطرت اور جذبات کا صحیح مرقع پیش کرسکیں تاکہ انسان اس خوشنما اور خوشگوار گلشن سے کیف اندوز ہوسکے جہاں فطرت معصوم اور پاکیزہ جذبات کی معطر فضا میں رقص کررہی ہیں۔

اِنسانی فطرت اور جذبات کی صحیح تصویر اگر دُنیا کے رُوبرُو کسی ذریعہ سے زمانۂ موجودہ پیش کرسکتا ہے تو وہ صرف ڈرامہ ہے لیکن ہندوستان

کی بدنصیبی پر جس درجہ بھی ماتم کیا جائے وہ کم ہے کہ ہندوستانی اسٹیج فطرت اور جذبات کا صحیح مرقع پیش کرنے کی بجائے فطرت کا مذاق اڑاتا ہے اور ایسی لغو چیزیں پیش کرنے کا عادی ہے جن کو انسانی فطرت اور بشری جذبات سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

اہل بصیرت اِس چیز سے ناآشنا نہیں کہ عہد حاضرہ کی ڈرامہ نویسی ایک دوکانداری سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ اسٹیج کی بے شمار خامیاں ڈرامہ کو نہ تو ملک ہی کے لئے کچھ مفید ثابت ہونے دیتی ہیں اور نہ اس کی مقبولیت ہی عام ہو سکتی ہے ڈرامہ کا انتہائی کمال یہ ہے کہ انسان یہ سمجھنے لگے کہ ایک صحیح واقعہ اس کی نگاہوں سے گذر رہا ہے اور ڈرامہ میں محو ہو کر وہ یہ بھول جائے کہ وہ ڈرامہ دیکھ رہا ہے۔ ڈرامہ خواہ تاریخی ہو یا مذہبی۔ سیاسی ہو یا ملکی عشقیہ ہو یا مذاقیہ۔ غرضکہ اس کی نوعیت کچھ بھی کیوں نہ ہو وہ انسانی فطرت اور انسانی جذبات کا صحیح مرقع ہونا چاہیئے۔ اس میں ہماری صحیح معاشرت اور ہماری زندگی کا عکس نظر آنا چاہیئے اور اگر یہ نہیں ہے تو ڈرامہ فطرت اور نیچر کے ساتھ مذاق سے زیادہ اہمیت نہیں حاصل کر سکتا۔ ہم نے جب

گہری نظر سے ہندوستانی ڈراموں کا مطالعہ کیا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہندوستان کی ڈرامہ نویسی کو جن خامیوں نے تباہ کر رکھا ہے وہ چند خامیاں یہ ہیں۔

(۱) ڈرامہ کا پلاٹ یعنے قصہ اس قدر بعید از قیاس ہوتا ہے کہ لوگوں کے دل میں کبھی گھر نہیں کر سکتا۔ خیالات میں جدت کا فقدان اور پرانی لکیر کی فقیری ہمیشہ اسے اسی محدود چکر میں رکھتی ہے جو روضۂ تاج کی طرح پرانی تو ضرور ہے لیکن اس کے دل آویز حُسن سے بالکل مبرا ہے۔

(۲) زبان کا تصنع بجائے اس کے کہ اس کی خوبصورتی میں اضافہ کرے ڈراما کے اصلی مقصد کو بھی فوت کر دیتا ہے۔ مُقفّٰی۔ مُسجّع۔ مرصع۔ مرجز زبان۔ آج کل کی انشا پردازی سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ خصوصاً ایسے موقع پر تو بالکل بے محل اور لغو ہے جبکہ جذبات اور فطرت کا مُرقع پیش کیا جا رہا ہو۔

(۳) ایکٹروں کی بیہودہ پوشاک روزمرہ کے لباس سے کچھ مشابہت نہیں رکھتی زرق برق کپڑے۔ مخمل کی نیم پتلون۔ لانبے بوسیدہ موزے

پھٹے ہوئے غلیظ جوتے۔ فوجی افسروں کی نقل میں (غلط لگائی ہوئی) پیٹی۔ اصلی زندگی میں تو کہیں نظر نہیں آتے۔

سیاہ چہرہ پر سفید پوڈر۔ کالے کالے بازو۔ کہیں خاکی کہیں ابلق اچھے خاصے ایکٹر کو مسخرا بنا دیتے ہیں۔

(۴) ایکٹنگ جو ایک نہایت لطیف فن ہے اس کی لطافت بناوٹ سلیقۂ کلام۔ طرز گفتگو۔ متانت اور گداز کے اثر سے سامعین کو محوِ تماشہ ہو جانا چاہیئے لیکن ہمارا ڈراما اِن اوصاف سے بالکل عاری ہے۔

روزمرہ کی زندگی میں اگر لوگ مرتے ہیں تو عالمِ نزع میں نہ تو وہ کوئی دو غزلہ سناتے ہیں اور نہ مقفٰے نثر میں وصیت کرتے ہیں۔ لیکن یہ تمام لغویت ہندوستانی ڈراموں میں موجود ہے۔

عورتوں کا ایکٹنگ خصوصاً ناقص اور ذلیل ہوتا ہے اور اُن کا بے جا کھلکھلانا اور بے محل ناز و غمزہ۔ سوز۔ بے ضرورت تمسخر اور ظرافت ڈرامہ کی خوبی کو برباد کر دیتا ہے۔

(۵) ڈرامہ رات کے ساڑھے نو بجے سے صبح کے چار پانچ بجے

تک مسلسل جلتا رہتا ہے یہاں تک کہ سامعین اونگھنے لگتے ہیں یہاں تک کہ تکان کی بناء پر ساری دلچسپی اور لطف جاتا رہتا ہے غرضکہ غریب سامعین صرف اس غرض سے بیٹھے ہوئے اونگھتے رہتے ہیں کہ اپنے داموں کی پوری قیمت وصول کر لیں۔

(۶) بذات خود ڈرامے کا زمانہ بہت طویل ہوتا ہے مثلاً ڈرامہ کا ہیرو سٹیج پر ہی پیدا ہوتا ہے وہیں پلتا اور جوان ہوتا ہے اور بوڑھا ہو کر وہیں مر بھی جاتا ہے۔

(۷) عجیب و غریب اور دلفریب مناظر اور سینری دکھانے کی غرض سے متعدد چھوٹے چھوٹے سین خواہ مخواہ ٹھونس دئے جاتے ہیں جو صرف خانہ پُری کے لئے ہوتے ہیں اور اُن کو بے محل اور بے ضرورت دکھایا جاتا ہے۔

یہ وہ نقائص ہیں جن کی بناء پر آج ہندوستان کا اسٹیج ساری دنیا کے لئے ایک مضحکہ بنا ہوا ہے میں چاہتا ہوں کہ ڈرامہ کی دنیا کو لغویت سے پاک کیا جائے اور اس قسم کے ڈرامے ملک کے روبرو پیش

کئے جائیں جو فطرت اور انسانی جذبات کے عین مطابق ہوں۔

ہندوستانی اسٹیج کی اصلاح اور نئی ڈرامہ نویسی کی ابتدا اگرچہ میرا کام نہ تھا یہ ان لوگوں کا فرض تھا جو ادبی دنیا میں امتیازی درجہ رکھتے ہیں لیکن میں محض اپنے ملک اور اپنی زبان کی خدمت کا فرض محسوس کرتے ہوئے اس طرف قدم بڑہاتا ہوں میں نہ ادیب ہوں نہ شاعر ہوں۔ صرف اُردو زبان سے اور ہندوستان سے ایک محبت رکھنے والا ہوں میں نے اس مختصر ڈرامہ میں جس عنوان کو ڈرامہ کا جامہ پہنایا ہے وہ بھی کوئی نیا عنوان نہیں ہے وہی پرانا "عشق" ہے لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ میں نے ایک نئے انداز سے ملک اور قوم کے سامنے اس لطیف عنوان کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ کاش میری اس کوشش کا یہ نتیجہ ہو کہ ملک کے ادیب آزادی کے ساتھ نکل آئیں اور ہندوستان کے اسٹیج کو بلند کر کے ہندوستان کے دامن سے ڈرامہ کی کمزوری کا بدنما داغ دہو ڈالیں اگر میرا یہ مختصر ڈرامہ ملک میں صحیح ڈرامہ نویسی کا احساس پیدا کر سکا تو میں اسے اپنے لئے باعثِ فخر سمجھوں گا۔

"قریشی"

گڑیا

افرادِ ڈراما

کلیم :- پروفیسر علم النسوان اور بزم "تحقیق عادات و اطوار نسواں" کا صدر

حسینہ :- یوسف کی لڑکی ——— "گڑیا"

یوسف :- حسینہ کا باپ اور کھلونوں کے کارخانے کا مالک۔

شگفتہ :- کلیم کا دوست۔

طلباء۔ نوکر۔ بابو وغیرہ

زمانہ آج کل کا

عنوانات

ایکٹِ اوّلؔ

پروفیسر کلیم "صدر بزم تحقیق اوضاع و عادات نسواں" عورتوں
کے اوضاع عادات و اطوار پر لکچر دیتا ہے اس کا دوست شیفتہ اُسے
ترغیب دیتا ہے کہ گھر میں رکھ کر عورت کی فطرت کا مطالعہ کرو۔

ایکٹ اوّل

کلیم کا دفتر : کلیم نوجوان خوبصورت و وجیہ آدمی عمر تخمیناً ۳۰
سال ۔ کپڑے عمدہ ۔ لیکن بمصداق :

ع آنکھ پڑتی ہے کہیں پاؤں کہیں پڑتا ہے
سب کی ہے ہم کو خبر اپنی خبر کچھ بھی نہیں

کہیں کا بٹن ندارد ۔ پتلون میں سلوٹیں ۔ ٹائی نامناسب ۔
کالر مڑا تڑا ۔ بوٹ پر پالش کا نام و نشان نہیں ۔ قمیص کی
آستین کا ایک کف کوٹ کے اندر ایک باہر ۔ بغیر ضرورت
عینک لگائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں ۔ وضع و صورت یہ
یہ کیوں نہ ہو ۔ فلاسفر ہیں ۔ دنیوی آرائش و زینت سے
انہیں کیا سروکار ۔ فیشن سے کیا واسطہ !

کمرہ : میز پر ٹیلیفون ہے ۔ بہت سے کاغذ پھیلے ہوئے ہیں ۔

بجنے والی گھنٹی ہے۔ کمرہ میں آٹھ دس کرسیاں ہیں جن پر
چند طلباء بیٹھے ہوئے لکچر کے نوٹ لے رہے ہیں۔ دیوار پر چند
بوڑھی بدصورت عورتوں کی تصویریں ہیں۔ ایک فریم میں
عورت اور ایک میں مرد کے دماغ کا نقشہ ہے۔ ایک فریم میں
زبان کا نقشہ ہے۔ ایک آئینہ میں انسان کے استخوان کا پنجر
ہے۔ ایک الماری میں مختلف حجم اور متنوع رنگ کی چھوٹی بڑی
کتابیں چُنی ہوئی ہیں۔

کلیم (لکچر دے رہا ہے)[1] حفاظتِ نفس جسے ہندی میں سو ارکھشا کہتے ہیں ہر شخص کا فطرتی حق ہی نہیں بلکہ اِک گونہ فرض ہے۔ لیکن یہ عجیب حقیقت ہے کہ مرد اس کی تکمیل میں اب تک ناکام رہا ہے برخلاف اس کے عورت نے اس فن کو ایک فنِ لطیف کی حد تک پہونچایا ہے۔ اگر ہم انسانی تمدن کی روز افزوں پیچیدگیوں کو مدنظر رکھ کر خود غرضی کو ایک اُصولِ حیات سمجھ لیں تو بلاشبہ خود غرضی کے میدان میں مرد عورت کے مقابلہ

---

[1] اس لکچر کے نفسِ مضمون کے لئے ادبی دنیا کا معترف ہوں۔ (مصنف)

کی تاب نہیں لاسکتا۔ خود غرضی کی منزل میں کامیابی عورت کا حصہ ہے اس معاملہ میں مرد کی کوشش ہمیشہ بے سود بلکہ سراسر مضحکہ خیز ثابت ہوتی ہے بات یہ ہے کہ مرد میں خود غرض بننے کے لئے نہ عورت کا سا سلیقہ ہے۔ اور نہ اس کی سی کہربائی اور مقناطیسی کشش ہے۔

خود غرضی عورت کا فطری اور پیدائشی حق ہے اس باب میں اسے ایک ماہر فن کا درجہ حاصل ہے۔ ماہر فن بھی وہ جس کی ہر لکیر دلگیر اور ہر ادا دلفریب ہے یہ کمال قدرت کی طرف سے صرف عورت کو نصیب ہوا ہے۔ اماں حوّا کی خود غرضی نے کمال حسن تدبیر سے باوا آدم کو بہشت سے نکلوایا تھا اور خروج کا سہرا اپنے ہی سر رہنے دیا تھا اس کے بعد اب تک حوّا کی بیٹیاں اپنی دادی جان کے نقش قدم پر اس عقیدت سے چل رہی ہیں گویا خلد بریں اُن ہی کی ذاتی وراثت ہے اور اس کا حقدار مردوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔

مردانہ خود غرضی کو سوسائٹی اس لئے پسند نہیں کرتی کہ وہ پرلے درجہ کی احمقانہ اور رجزِ و لطیف سے عاری ہوتی ہے۔ اس کے برعکس

عورتوں کی خود غرضی میں اک شاعرانہ ردانی وجدانی دِل آویزی بے ساختہ پن اور اک بھولی بھالی خداداد خوب صورتی ہوتی ہے۔ جسے سوسائٹی نظر تحسین سے دیکھتی ہے اور اس پر فریفتہ ہو جاتی ہے۔

جو مرد شادی نہ کرے اُسے عورتیں بے انتہا خود غرض کہتی ہیں اور وفا سے ناآشنا جانتی ہیں۔ جو مرد اپنی بیوی کے اخراجات پورے نہ کرے خواہ وہ اپنے اعزّا اور غربا کی کتنی ہی معاونت کیوں نہ کرتا ہو وہ عورتوں کی نظروں میں ہمیشہ خوار رہے گا۔

جو مرد علمی۔ قومی یا سیاسی مصروفیات کے باعث شادی کرنے میں پس وپیش کرتا ہو خواہ وہ فیاضی میں حاتم طائی کا حریف ہی کیوں نہ ہو عورتیں اُسے بھی سخت ناعاقبت اندیش نکما اور نکھٹو سمجھتی ہیں ایسے مرد کے بارے میں ان کا یہ قول ہے کہ ایسا مرد اپنے کئے کی سزا ضرور ایکدن پائے گا۔ صحت کی دولت اور کیفِ حیات سے محروم ہو کر رہے گا۔ بڑھاپے میں اس کا کوئی پرسان حال نہ ہو گا۔ اور وہ تنہائی میں گناہوں کی تاریکیوں میں سسکیاں بھرتا ہوا اِس جہان

فانی سے رخصت ہو گا۔

اگر مرد شادی کرلے تو اُس کا پیمانۂ خودغرضی اس قدر لبریز نہیں ہوتا۔ تاہم وہ اگر گھر بھر کا خرچ بچوں کی ضروریات بیوی کی ساڑھیاں تک لینے اور بیگم صاحبہ کے جائز و ناجائز بل ادا کرنے کے بعد بھی صرف یہ چاہے کہ اُسے گھر کا مالک سمجھا جائے کھانے کے اوقات اس کی سہولت کے مطابق ہوں گا ہے گا ہے جو چاہے سو کرے اس کی جہاں مرضی ہو جائے اور اس سے اس کی مفصل کیفیت نہ طلب کی جائے تو اُسے کہا جاتا کہ تم اول درجے کے خودرائے ہو۔ خودغرضی کے پُتلے ہو۔ عورت کی بے غرض محبت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہو۔ بے رحم اور سنگ دل ہو غرض یہ کہ تم حیوان بصورت انسان ہو۔ روزِ قیامت تمہارا گریبان اور میرا ہاتھ ہو گا۔ اگر اس کے برعکس وہ گھر میں شب و روز عورت کے پلّے سے پلہ باندھے رہے تو اُسے یہ ہدایت ہوتی ہے کہ باہر نکلو۔ مرد بنو۔ مدعا یہ ہے کہ شادی شدہ مرد کو قدم قدم پر مشکلات کا سامنا ہے۔

غرض دوگونہ عذابست جانِ مجنوں را　　بلائے صحبت لیلےٰ و فرقت لیلےٰ

مرد چاہا تو گاندھی سا فنا فی القوم، سکندر سا فاتح، اکبر اعظم کی طرح صلح کل بنے اور اپنی ہستی کو ہیچ سمجھے۔ لیکن عورت اپنے حق کو کبھی نہیں بھولتی۔ وہ خاوند کی چند غیر معمولی خوشیوں میں زیادہ دخل نہیں دیتی اگر دیتی بھی ہے تو اس بے نیازی سے جیسے کوئی اجنبی۔ لیکن جونہی اپنا کوئی اہم مقصد مدنظر ہوتا ہے تو وہ اپنے مطالبے کو ایسے زور سے پیش کرتی ہے کہ خدا دے اور بندہ لے۔

انسانی تہذیب کی حیرت انگیز ترقی کے باوجود عورت کے اصلی فرائض میں اب تک کوئی فرق نہیں آیا یعنی یہ کہ وہ بیوی بنے اور بچے پیدا کرے اور ان کی پرورش کرے بس یہی عورت کے فرائض ہیں جو ہر مادہ اور ہر عورت میں یکساں پائے جاتے ہیں۔ عورت یہ کہہ کر ہمیشہ اپنا تفوق ثابت کیا کرتی ہے کہ مرد بچے پیدا کر کے تو دکھائیں۔ بھلا مردوں کو بچے پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اگر یہ ضرورت پڑ بھی جائے تو مرد جس نے ساری دنیا بلکہ سمندر کی تہ تک کو اپنی فہم و ذکاوت سے فتح کر لیا ہے کیا سائنس کے ذریعہ سے وہ بچہ نہیں پیدا کر سکے گا۔

ہم بڑے زور سے کہتے ہیں کہ وہ کرسکیگا اور ضرور کرسکیگا۔

(سامعین تالیاں بجاتے ہیں)

وہ ہمہ گیر جذبہ جسے دنیا نے عشق و محبت کا لقب دے رکھا ہے۔ اور جو سائنس میں ایک دماغی فتور اور عارضی سودا اور جنون سے زیادہ نہیں قیاس کیا گیا اس کے زیر اثر بھی مرد اور عورت کی جداگانہ طبیعت کا نمود از حد سبق آموز ہے۔ مرد تو عورت کے اشارۂ ابرو پر دنیا اور ما فیہا کو حقارت سے ٹھکرانے کو تیار ہے اور عورت ہے کہ مصلحت اور دور اندیشی کو ہاتھ سے نہیں دیتی۔ مرد کی آنکھ عورت کے ابروئے خمدار پر ہے اور عورت کا ہاتھ مرد کے کیسۂ زردار پر یا دامن تار تار پر! مرد آزار عشق کی لذت میں فنا ہو جاتا ہے اور عورت شادی کے فوائد پر غور کرتی رہتی ہے۔ مرد ایثار و قربانی کا پیکر بن جاتا ہے اور عورت ہمیشہ خود غرضی کا مجسمہ نظر آتی ہے۔ شادی کے بعد وہ گھر کی آڑ میں جو چاہے کرے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ گھر دراصل عورت کی ساحرانہ شخصیت کا طلسم خانہ ہے جہاں عورت کی لطافتوں کا دام فریب

پھیلا ہوا ہے۔ اس دام فریب میں مرد کی عقل اُلجھ کر رہ جاتی ہے۔

باپ اولاد کی خاطر کیا نہیں کرتا۔ لیکن وہ اپنی محبت کا اظہار خلاف مردانگی سمجھتا ہے۔ اس کے برعکس ماں اپنی محبت اور مامتا کے اظہار سے اولاد کو مجبور کر دیتی ہے کہ وہ اس کے نقش قدم پر چلیں اور اس کی مرضی کے مطابق راستہ اختیار کریں۔

باپ اپنے بچوں کو زندگی کا کامیاب مقابلہ کرنے کے قابل بنانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہی لیکن دنیا اسے پھر بھی بے مہر کہتی ہے۔ ماں اگرچہ بچوں کو لاڈ اور پیار سے نکما کر دیتی ہے۔ مگر لوگوں کی زبان پھر بھی ماں کی مامتا کی قصیدہ خوانی کرتے کرتے تھکی جاتی ہے۔

موجودہ زمانے کے حالات بدل رہے ہیں۔ جنگ یورپ کے دوران میں عورتوں نے مردوں کے دوش بہ دوش کام کیا اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ اب وہ اپنی نقطۂ خیال سے درجہ مساوات رکھتی ہیں۔ بیسویں صدی کی عورت زندگی کے ہر شعبہ میں مرد کا مقابلہ

کرتی ہے۔ حکومتوں میں قلمدان وزارت اس کے سپرد ہیں۔ وہ کرسی عدالت پر متمکن ہے اس نے ہوائی جہاز میں بحر اطلانطق کو بھی عبور کرلیا ہے اس نے ڈاکٹری قانون دانی تجارت پولیس سائنس تک کے شعبوں میں اپنا سکہ بٹھا دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی عورتوں کی خودغرضی میں سرِ مُو فرق نہیں آیا۔ وہ متوقع ہوتی ہیں کہ جب وہ ٹرین میں قدم رکھیں تو مرد اپنی جگہ چھوڑ دیں۔ بارش ہو رہی ہو تو مَرد ان کو چھتری دیں اور خود بھیگتے رہیں۔ گھر میں اگر چور آئے تو مَرد اُٹھے اور اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال دے جب عورت سیر و تفریح کو نکلے تو خود آگے رہے اور مرد پیچھے ہو۔ جہاز غرق ہونے لگے تو بچوں کے بعد عورتوں کو بچایا جائے۔ باپ کا ہمعمر مرد بیٹی کی ہمعمر عورت کو ٹوپی اتار کر سلام کرے۔ آخر کیوں؟ صرف اس لئے کہ عورت کے خود غرضانہ جذبہ کو سکون حاصل ہو۔

(سامعین تالیاں بجاتے ہیں)

ایک طالب علم۔ جناب مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔

کلیثم :- فرمائیے۔ فرمائیے۔

طالب علم (کتاب کھول کر حوالہ دیتا ہے) آپ نے اپنی کتاب (صفحہ ۵۵) میں لکھا ہے کہ رشک رقابت اور ضد میں عورت لاجواب ہوتی ہے اور زباں درازی میں لاثانی۔ کیا آپ اپنے اس خیال کی سائنس کے اصول سے تشریح اور وجہ بیان فرما سکتے ہیں۔

کلیثم :- ڈاکٹروں اور سائنسدانوں نے اس مسئلہ پر کافی تحقیق وتدقیق کے بعد روشنی ڈالی ہے کہ عورت کا مغز یعنے بھیجا۔ (نقشہ دکھاکر) مردوں کے مغز سے وزن میں تین سے لیکر چار اونس تک کم پایا جاتا ہے۔ انسان کے سب کام فہم و دانش اخلاقی، ادبی اور طبعی کا منبع دماغ ہی ہوتا ہے۔ بس اس سے ظاہر ہے کہ جب دماغ کا مادّہ اور وزن ہی کم ہوگا تو اسی طرح اس کے افعال بھی نسبتاً کم ہوں گے۔

میرا اپنا خیال تو یہ ہے کہ عورت کے دماغ کی ساخت

مرد کے دماغ کی ساخت سے بالکل مختلف ہے۔ جس کا شاہد
دونوں کے دماغوں کا جداگانہ نقشہ ہے۔ یہ وجوہ ہیں
جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت میں پوری قوت ادراک نہیں
اور یہ کمی وہ اپنی ضد ہٹ دھرمی اور رشک سے پورا کرتی ہے
زباندرازی کے متعلق یہ بات باعث دلچسپی ہے کہ عورت کی
زبان مرد سے زیادہ لمبی اور تیز ہوتی ہے۔ عالم قدرت بھی
عجیب ہے اس نے نسوانی دماغ کی کمی کو عورت کی زبان
درازی سے پورا کردیا ہے یہی باعث ہے کہ جب عورت
بولنا شروع کرتی ہے تو پھر سارے جہان کے سائنسدانوں
کے تجربے۔ معقولیوں کی منطق پرندوں کی برق پروازی
موٹر اور طیاروں کی رفتار۔ بجلی کی سرعت اس کی زبان
کو مات نہیں کرسکتے۔ حضرت اکبر الہ آبادی فرماتے ہیں۔

؎ میں نے کہا بہت سی زبانیں ہوں جانتا
مدت تک امتحان دئے امتحان پر

جرمن فریخ لیٹن و انگلش پہ ہے عبور
ثابت مرا کمال ہے سارے جہان پر
اِک شوخ طبع مس نے دکھائی زباں مجھے
بجلی تھی ابر میں کہ قمر آسماں پر
بولی رہوگے زیست کی لذت سے بے نصیب
قدرت نہ پائی تم نے اگر اس زبان پر

(سامعین تالیاں بجاتے ہیں)

اگر کسی صاحب کو کوئی اور سوال نہیں کرنا تو آج کا لکچر ختم ہوا۔

(سب طالب علم اور سامعین چلے جاتے ہیں)

(نوکر آتا ہے)

نوکر :۔ آپ سے ملنے کے لئے آپ کے دوست میرزا شیفتہ المعروف بہ نسوانی تشریف لائے ہیں۔

کلیم بلالو۔

(شیفتہ صاحب تشریف لاتے ہیں)

جوان آدمی سوٹ بوٹ ڈاٹے ہوئے ہیں۔ خوب
چکنے چپڑے ہیں۔

شیفتہ: بھائی کلیم۔ تسلیم۔

کلیم: (بڑے تپاک سے ملتا ہے) آؤ بھائی شیفتہ تم تو عید کا چاند ہی ہوگئے۔ یا تو آں شوراشوری یا ایں بے نمکی۔

(دونوں کرسیوں پر بیٹھ جاتے ہیں)

شیفتہ: بھائی تمہاری شکایت بجا ہے لیکن کیا کروں۔ کام کی کثرت میں اس بری طرح الجھا ہوا ہوں کہ دوست اور احباب سے بھی کنارہ کش ہوگیا ہوں مجبوری سب کچھ کراتی ہے۔ دفتر سے پانچ چھ بجے واپس آتا ہوں رات بیوی بچوں میں گذر جاتی ہے۔

کلیم: بیگم صاحبہ تو اچھی ہیں؟

شیفتہ: ہاں خدا کا شکر ہے۔

کلیم: عورت کے متعلق اب آپ کی کیا رائے ہے۔ میرے خیال میں

تو آپ کی شادی ہوئے بھی کئی سال ہو چکے ہیں۔

شیفتہ: چھٹا سال ہے۔

کلیم: (کاغذ پنسل لیکر نوٹ لینے کو تیار ہو جاتا ہے) تو پھر آپ عورت کے متعلق شخصی اور ذاتی معائنہ و مشاہدہ کی بنا پر کافی روشنی ڈال سکتے ہیں۔

شیفتہ: مشاہدہ۔ کس چیز کا مشاہدہ؟

کلیم: میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ عورتوں کے متعلق آپ نے ان چھ سال میں کافی مشاہدہ کر لیا ہوگا کیونکہ ایک نمونے کو آپ نے اچھی طرح اس مدت میں دیکھا بھالا ہے آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا عورت اور مرد ایک ہی نسل سے ہیں یا یہ کہ عورت کسی دیرینہ تہذیب کی یادگار ہے۔

شیفتہ (ہنستا ہے) میری سمجھ میں نہیں آیا۔ نسل کیا۔ اور پرانی تہذیب کی یادگار کیا؟

کلیم: شیفتہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کالج میں تو تم بڑے ذہین سمجھے جاتے تھے۔ کیا تم کو اتنا نہیں معلوم کہ عورت اور مرد کی ہر بات میں

بڑا فرق ہے۔ رشک۔ حسد۔ خود بینی۔ خود ستائی۔ خود غرضی زباں درازی، ناپابندیٔ وقت وغیرہ چند ایسے خصائل ہیں جن میں عورت اور مرد میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ آج کل کے سائنسدان اس بات پر غور کر رہے ہیں کہ آیا گروہ نسواں انسان بھی ہے یا نہیں میں نے کئی سال کے تجربوں کے بعد خصائل و عادات نسواں پر جو کتاب لکھی ہے وہ غالباً آپ کی نظر سے بھی گذری ہوگی اب میں اس موضوع پر شخصی مشاہدات کی روشنی میں ایک اور کتاب لکھ رہا ہوں

شیفتہ:۔ آپ کی عجیب و غریب کتاب نظر سے گذری تھی خدا آپ کو کامیاب کرے۔ میں آپ کی مدد کس طرح کر سکتا ہوں

کلیم:۔ بھائی صاحب یہ بتائیے کہ جو عورت آپ کے پاس ہے اُس کے چال چلن، عادات و اطوار، تکلم، خموشی۔ سے آپ کو کیا معلوم ہوتا ہے۔

شیفتہ۔ مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بغیر میں ہرگز زندہ نہیں رہ

سکتا۔ وہ میرے دل کی آرزو ہے میرے بچوں کی ماں
ہے میرے دل کی پیاری ہے۔ ہم دونوں اگرچہ دو قالب
ہیں لیکن ہم میں ایک ہی جان ہے۔

کلیم۔ (اس کی نقل کرتا ہے) "ہم دونوں اگرچہ دو قالب ہیں لیکن ہم میں
ایک ہی جان ہے" تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا دماغ بھی وزن
میں چار اونس کم ہے غالباً عورت کی شبانہ روز رفاقت سے
آپ کے دماغ میں فتور ہو گیا ہے (آسمان کی طرف دیکھ کر)
افسوس صد افسوس ایک اور ذہین شخص بھی سائنس کے کام
کا نہ رہا۔ (اس طرح باتیں کرتا ہے جیسے بچوں سے کرتے ہیں)۔
بھائی شیفتہ ذرا زبان تو دکھاؤ۔
(وہ زبان دکھاتا ہے اُٹھ کر اس کے سر کو بجاتا ہے آنکھیں اور نبض
دیکھتا ہے)
بظاہر مرض تو کوئی معلوم نہیں ہوتا (پھر گھٹنوں کو بجا اور
ہلا کر دیکھتا ہے) یہ بھی درست معلوم ہوتے ہیں۔ بھتیا یہ علامات

کب سے ہیں؟

شیفتہ : (بر افروختہ ہو کر) کون سے علامات؟

کلیم : رات کو نیند تو اچھی طرح آتی ہے۔

شیفتہ : بالکل اچھی طرح۔ ہاں بچہ اگر کوئی جاگ جاتا ہے تو آنکھ کھل جاتی ہے۔

کلیم : کوئی متوحش خواب تو نہیں دیکھتے؟

شیفتہ : بالکل نہیں

کلیم : ہاضمہ درست ہے؟

شیفتہ : بہترین۔

کلیم : بظاہر تو بیماری کے آثار نظر نہیں آتے مگر میرا خیال ہے کہ آپ کسی دماغ کے ڈاکٹر سے مشورہ لیں۔

شیفتہ : (غصہ ہو کر) کس بات کا؟

کلیم : کس بات کا۔ کس بات کا (زور سے) کس بات کا (ماتھے پر انگلی رکھتا ہے گویا یہ آدمی پاگل ہے) ارے بھائی تم میں سب

نشانات پاگلوں کے ہیں تم اک عورت کی شبانہ روز صحبت میں رہ کر عقل و ہوش کھو بیٹھے ہو۔ اب بھی زیادہ دیر نہیں ہوئی کوئی اپنا بندوبست کرو۔

شیفتہ: کلیم تم اگرچہ بڑے مشہور پروفیسر ہو کتاب کے مصنف ہو دنیا میں نامور ہو۔ لیکن تاہم میری رائے میں تم دنیا کے حالات سے واقف نہیں ہو

کلیم: ہیں کیا کہا۔ پھر فرمائیے

شیفتہ: میں یہ کہہ رہا ہوں کہ علم میں تو تم ماہر ہو۔ سائنس سے آگاہ ہو مگر دنیا سے ناآشنا۔ عورت دنیا میں وہ چیز ہے جس کے بغیر ہماری زندگی ناممکن ہے بلکہ نہونے کی برابر ہے۔ جیسے گاڑی کے دو پہیئے ہوتے ہیں جیسے انسان کی دو آنکھیں۔ دو ہاتھ دو کان ہوتے ہیں جیسے دن کے لئے رات ہوتی ہے جیسے چاند کے لئے سورج ہے جیسے زمین کے لئے آسمان ضروری ہے اسی طرح مرد کے لئے عورت کا ہونا لازمی ہے اس سے

نسل کی بقا ہے اس سے گھر کا آرام ہے اس سے دل کا سکون ہے اگر تم کو میرا یقین نہ ہو تو چند روز کے لئے بطور تجربہ ہی عورت کو گھر میں رکھ کر دیکھ لو۔

کلیم :- ہرگز نہیں۔

شیفتہ :- بھائی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں عورت کے بغیر آدمی کی زندگی ناکارہ ہے۔ میں واللہ تم کو برادرانہ نصیحت کرتا ہوں کہ تم ضرور تجربہ کر کے دیکھو جس گھر میں عورت نہیں وہ نامکمل اور ادھورا گھر ہے اس میں راحت نہیں آرام نہیں۔ خوش وقتی نہیں۔ صفائی نہیں۔ سلیقہ نہیں خوب صورتی نہیں۔

کلیم :- تو عورت کہاں سے ملے گی؟

شیفتہ :- اگر تم کہو تو میں بندوبست کر دوں۔

کلیم :- نہیں بھائی اتنی جلدی نہیں ذرا سوچنے دو غور کر لوں کہ تمہاری رائے پر چلوں یا اپنے پرانے اُصول

پر کاربند رہوں۔

شیفتہ :- جب تم صبح کو ناشتہ کرو گے تو وہ تمہارے سامنے کھانا سلیقہ سے رکھے گی اور چاء بنا کر پیش کرے گی۔ تم دفتر جاؤ گے تو تمہارے رخساروں کو رخصتی بوسہ دے گی اور جب تک تمہاری موٹر نظر سے اوجھل نہ ہو جائے گی۔ اپنا رومال ہلاتی رہے گی۔ جب گھر واپس آؤ گے۔ تو تمہیں باہر سے ہی تپاک سے ملے گی۔ تمہیں اپنی باتوں سے خوش کرے گی تمہارے ٹوٹے ہوئے بٹن ٹانکے گی تمہاری سلامتی کی خیر منائے گی۔ بیماری میں غمگسار اور تندرستی میں ہم جلیس ہو گی اس وقت تم کو معلوم ہو گا کہ عورت کیا ہے۔

کلیم :- (اپنے کوٹ کو دیکھتا ہے) تو سچ مچ تم صلاح دیتے ہو کہ میں بطور تجربے کے کسی عورت کو گھر میں رکھ کر دیکھوں۔

شیفتہ :۔ ہاں میں تمہیں دوستانہ مشورہ دیتا ہوں اس پر غور کرو (اُٹھ کھڑا ہوتا ہے) خدا حافظ میں اجازت چاہتا ہوں۔ اگر میرا مشورہ تم کو منظور ہو تو مجھے اطلاع کرنا میں ہر ممکن طریقہ پر تمہاری مدد کے لئے تیار رہوں۔

(جاتا ہے کلیم پھر اپنے خیالات میں غرق ہو گیا اسے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ شیفتہ چلا گیا)

کلیم :۔ (سوچ رہا ہے) اچھا بھیا مجھے غور کر لینے دو۔ (جواب نہ ملنے پر گردن اُٹھا کر دیکھتا ہے) شیفتہ ندارد۔ اب یاد آیا کہ وہ تو خدا حافظ کہہ کر چلا گیا تھا۔ لاحول ولاقوۃ خیر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ تجربہ کیا جائے۔ اور اگر کچھ اور نہیں تو چند روز کے لئے عورت کا پاس سے مطالعہ کرنے کا موقع تو مل ہی جائے گا۔ لیکن ایک بات کی مجھے بڑی فکر ہے کہ عورت کو گھر میں رکھنا خواہ بطور تجربہ ہی کیوں نہ ہو بڑا تشویش ناک

کام ہے اور ڈر بھی لگتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ گئے تھے
نماز بخشوانے روزے گلے پڑ گئے۔ خیر بہر طور
جو کچھ خدا دکھائے وہ لاچار دیکھنا

(پردہ)

ایکٹ دُوم

کلیم کِھلونوں کے تاجر کی دوکان سے ایک
گڑیا مول لیتا ہے اور گڑیا کی خریداری
کے وقت تاجر کی بیٹی حسینہ سے
اپنے عجیب و غریب خیالات
ظاہر کرتا ہے۔

ایکٹ دُوم

کلیم کھلونوں کی دوکان سے گڑیا مول لیتا ہے

گڑیوں کا کارخانہ

ہر قسم کے کھلونے بن رہے ہیں. بہت سے لوگ کھلونے بنانے میں مصروف ہیں۔ کوئی لکڑی کاغذ پتھر پر کام کر رہا ہے کوئی کھلونوں کو رنگ رہا ہے۔ یوسف مالک کارخانہ (ادھیڑ عمر کا آدمی) ایک قد آدم الماری کھول کر ایک بڑی گڑیا کو نکال کر باہر کھڑا کر دیتا ہے یہ ابھی نامکمل ہے۔ گڑیا کا سر علیحدہ میز پر رکھدیتا ہے جابجا متعدد بجلی کے تار لگے ہوئے ہیں۔ دھڑ کے اندر

گریموفون کی مشین سی نظر آتی ہے۔ جسم پر
بجلی کے بٹن لگے ہوئے ہیں۔ ایک طرف لوگریموفون
کا ھینڈل ہے۔ گڑیا کا قد اس کی شکل اس کے
کپڑے بالکل حسینہ کی طرح ہیں گویا یہ مجسمہ حسینہ کو دیکھ
کر بنایا گیا ہے۔

حسینہ خوب صورت۔ خوش لباس۔ فہیم
سمجھدار معقول ۱۸ - ۱۹ سال کی کنواری لڑکی ہے

یوسف : حسینہ حسینہ (حسینہ داخل ہوتی ہے۔)

حسینہ : (جھک کر) تسلیم کرتی ہوں۔

یوسف : زندہ باش بیٹی بس ایک دن تم کو اور تکلیف کرنی ہوگی۔ پھر انشاء اللہ کام پورا ہو جائے گا۔ آج بجلی والے آرہے ہیں۔ اور شام تک بجلی کے تار مکمل ہو جائیں گے۔

حسینہ : گریموفون کا کام پورا ہو گیا؟

یوسف :- ہاں اس سے تو نجات ہو گئی ۔ گریموفون کے
ریکارڈ الماری کے ایک طرف رہیں گے ۔ اور اس
(دکھاتا ہے) تار سے گڑیا کے اندر مشین سے بجیں گے ۔
(گڑیا کا سر اس کے دھڑ کے اوپر رکھ دیتا ہے)

حسینہ :- اس پر ساڑھی باندھے دیتی ہوں ۔
(باندھتی ہے گڑیا کی شکل اور لباس حسینہ کا سا ہو جاتا ہے)

(نوکر آتا ہے)

نوکر :- (مالک کارخانہ سے) ایک صاحب آپ سے ملنے کے
لئے آئے ہیں ۔

یوسف :- اُن کو یہیں بُلا لاؤ
(نوکر جاتا ہے اور کلیم آتا ہے)

کلیم :- تسلیم ۔

یوسف :- آداب تشریف لائیے ۔ کیا آپ مجھ سے ملنا چاہتے
ہیں ؟

کلیم : کیا آپ ہی یوسف حسینہ کارخانے کے مالک ہیں ؟

یوسف : جی جناب میرا ہی نام یوسف ہے اور یہ میری دختر ہے اِن ہی دو ناموں سے یہ کارخانہ مشہور ہے ۔

کلیم : درست ۔ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے ایک ایسی گڑیا بنائی ہے جو ہر کام بجلی کے ذریعہ سے کرتی ہے ۔ کیا یہ خبر صحیح ہے ؟

یوسف : جی ہاں میں نے ایک گڑیا بنائی ہے جسے اگر اپنی نوعیت کی پہلی ایجاد کہا جائے تو کچھ بے جا نہ ہوگا ۔ یہ سامنے وہی گڑیا ہے ۔

(کلیم گڑیا کے مغالطہ میں حسینہ کی طرف بڑھتا ہے لیکن یہ دیکھ کر کہ وہ زندہ عورت ہے ۔ کچھ ڈر سے کچھ نفرت سے پرے ہٹ جاتا ہے ۔ پھر اصلی گڑیا کو اوپر سے نیچے تک بغور دیکھتا ہے)

کلیم : یہ گڑیا کیا کام کرتی ہے ؟

یوسف۔ گاتی ہے ناچتی ہے۔ بولنے اور چلنے پھرنے کے علاوہ ان
سب کام کرتی ہے دیکھئے یہ تار اس کے اندر گرامو فو ن
کی مشین سے پیوستہ ہیں اس بٹن کے دبانے سے ریکارڈ
بجنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور گانے کی آواز فضا میں
گونجنے لگتی ہے ان برقی تاروں سے اس کے بازو
ٹانگیں، سر ملے ہوئے ہیں جن کا کام یہ ہے کہ بٹن
دباتے ہی گڑیا میں ایسی حرکت پیدا ہوتی ہے کہ وہ
خود بخود ناچنا شروع کر دیتی ہے اور یہ بٹن وہ ہے
جس سے ناچنا بند ہو جاتا ہے۔ ان بٹنوں کا مقصد
یہ ہے کہ گڑیا الماری سے باہر نکل آتی ہے اور پھر
اندر چلی جاتی ہے۔

کلیم: بغیر بٹن دبائے تو کچھ نہیں کرتی۔

یوسف: مطلق نہیں۔ بالکل نہیں۔

کلیم: میں نے اس گڑیا کو بہت پسند کیا اگر آپ نے ابھی تک

اس کو فروخت نہیں کیا ہے تو میں اس کی خریداری کے
لئے بالکل آمادہ ہوں.

یوسف: نہیں ابھی تک تو فروخت نہیں ہوئی ہے آپ لے سکتے
ہیں۔

کلیم: بہت مناسب ہے آپ اسی وقت اِس گڑیا کو میرے نام
لکھ دیجئے اور جب مکمل ہو جائے تو میرے گھر روانہ کر دیجئے.
میں آپ کو چیک بھیجدوں گا۔

براہ نوازش اِس کا خیال رکھئے کہ گڑیا خود بخود
نہ تو بولے اور نہ چلے پھرے. کیونکہ اس سے میرے
کام میں بڑا ہرج واقع ہوگا۔

یوسف: بہت خوب۔ آپ بے فکر رہئے۔

(ٹیلیفون کی گھنٹی کی آواز برابر کے کمرے سے آتی ہے)

یوسف: معاف کیجئے. میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔

(یوسف دوسرے کمرے میں چلا جاتا ہے۔ حسینہ اور کلیم

(رہ جاتے ہیں)

حسینہ (کلیم سے) کیوں جناب آپ بولنے والی اور چلتی پھرتی گڑیا پسند نہیں کرتے۔

کلیم: (بے اعتنائی سے) جی نہیں۔ بالکل نہیں۔

حسینہ: آخر اس کا سبب

کلیم: اس لئے کہ اس سے میرے کام میں ہرج ہوگا۔

حسینہ: کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ آپ کیا کام کرتے ہیں؟

کلیم: (فخریہ) میں علم نسواں کا پروفیسر ہوں اور بزم تحقیق عادات واطوار نسواں کا صدر ہوں۔

حسینہ: اس بزم کا کیا مقصد ہے؟

کلیم: اس کا مقصد یہ ہے کہ موجودہ سائنس کی رُو سے یہ دریافت کیا جائے کہ عورتوں کی دماغی طاقت۔ ان کی فہم وذکاوت اُن کے عادات واطوار ان کے خصائل وغیرہ مرد کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتے ہیں

اور آج کل عورتیں جو مردوں کی برابری کا دعوے
کرتی ہیں وہ کہاں تک بجا ہے اور انہیں کہاں
تک قومی علمی سیاسی معاملات میں حصہ لینے میں آزادی
دینی چاہیئے۔

حسینہ :- (بھویں چڑھا کر) تو آپ کی دریافت کہاں تک پہنچی ہے؟

کلیم :- (فخریہ لہجہ میں) میں نے اس مضمون پر ایک کتاب لکھی
ہے اگر آپ وہ پڑھیں تو میں بھیجدوں گا۔

حسینہ :- نوازش...... (وقفہ کے بعد)...... یہ تو بتائیے۔ کہ
آپ نے کسی عورت کا پاس سے بھی مطالعہ کیا ہے یا یہ
سب کارروائی سائنس ہی کے ذریعہ سے ہو رہی ہے۔

کلیم :- ابھی تک تو سائنس ہی کے ذریعے سے دریافت کر رہا
ہوں۔ لیکن اب میں شخصی واقفیت حاصل کرنے کی
فکر میں ہوں اسی لئے یہ گڑیا مول لی ہے۔

حسینہ :- آپ عورت کا مطالعہ ایک گڑیا سے کرنا چاہتے

ہیں اور وہ بھی جو نہ بولے نہ حرکت کرے اور آپ کو
نہ اُن جذبات سے مسرور کر سکے جس کے واسطے وہ
بنی ہے۔

کلیم : میں چند دن اس کو اپنے پاس رکھ کر عورت کی شخصیت
سے مانوس ہونا چاہتا ہوں کیونکہ یہ میں نے تحقیق سے
سنا ہے کہ اصلی عورت بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔

حسینہ : ٹیڑھی کھیر سے جناب کا کیا مقصد ہے میں نہیں سمجھی۔

کلیم : یعنے عورت وہ میٹھی چیز ہے جو لذت کے اعتبار سے تو بہت
شیریں ہوتی ہے لیکن ہضم ہونے میں اسقدر چکر کھاتی ہے کہ
انسان دیوانہ بن جاتا ہے۔

حسینہ : (گردن ہلا کر) بجا فرمایا۔

کلیم : عورتیں بڑی مکار اور فریبی مشہور ہیں۔ میرے ایک دوست
مجھ سے کل ہی ملے تھے کالج میں میرے ہم جماعت تھے
بڑے فہیم ذکی اور ہوشیار تھے۔ لیکن جب سے

انہوں نے شادی کی ہے عورت کے پھندے میں وہ
ایسے پھنسے ہیں کہ ان کو خلل دماغ کی بیماری ہو گئی ہے
بے چارے کی حالت قابل رحم ہے۔

حسینہ: کیا عورت کی وجہ سے خلل دماغ کی بیماری۔ آخر اس کا سبب؟

کلیم: شاید آپ نے کسی عورت کا پاس سے مطالعہ نہیں کیا۔

(حسینہ ہنس پڑی)...... ہنسنے کے کیا معنی... اوہو اچھا میں سمجھا... لیکن پھر بھی میرا سوال کچھ غلط نہیں۔ میں نے مانا کہ آپ خود عورت ہیں لیکن آپ اپنا مطالعہ کس طرح کر سکتی ہیں بھلا سمجھئے تو سہی؟

حسینہ۔ جی ہاں میں سمجھ رہی ہوں۔ آپ فرمائے جائیے۔

کلیم۔ ہاں۔ تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ آپ نے اگر عورت کا مطالعہ اس طرح کیا ہو۔ جیسے میں نے ازروئے سائنس کیا ہے تو آپ کو اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ عورت

بلا کا ذہین اور موذی جانور ہے جب وہ مرد کو
اپنے پنجہ میں گرفتار کرنی ہے تو بے چارہ دیکھتا
رہ جاتا ہے۔

حسینہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ شادی شدہ نہیں ہیں؟

کلیم۔ الحمدللہ! اس گناہ سے میں بالکل مبرا ہوں۔

حسینہ۔ خوب تو یقیناً آپ محبت کے لفظ سے بھی ناآشنا ہوں گے

کلیم۔ بلکہ اس کے برعکس میں محبت سے اچھی طرح واقف ہوں
میں گذشتہ تین سال سے اس بات کی بھی تحقیق کر رہا ہوں
کہ محبت کی بیماری متعدی ہے یا غیر متعدی اور پھر یہ کہ
اس کے جراثیم کس قدر قوت اور زہریلا اثر رکھتے
ہیں چند عشق کے بیماروں کے لبوں سے جراثیم میں
نے اکھٹے کئے ہیں انہیں دارالتجربہ میں خوردبین سے
بہت دیکھا بھالا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ.......

حسینہ۔ اچھا تو آپ عشق کو بیماری سمجھتے ہیں۔

کلیم :- بیماری نہیں تو اور کیا سمجھا جائے۔

حسینہ :- جو کچھ بھی آپ کہیں درست ہے کیونکہ آپ کی سائنس کا طریقہ ضرور صحیح ہو گا۔ آپ بجا فرماتے ہیں۔ وہ علم ہے اور اس کے آپ ٹھہرے عالم میری ناواقفیت اور جہالت قابل معافی ہے۔

کلیم :- ہاں ہاں دنیا میں سائنس ہی ایک ایسا مکمل علم ہے جو آدمی کو عقل سکھاتا ہے...... (وقفہ) .... میرا خیال ہے کہ میں آپ کو اپنی کتاب کا ایک نسخہ بھیجدوں کیا آپ کتاب پڑھنے کے بعد میرے خیالات کے متعلق اپنی قیمتی رائے ظاہر فرما کر مجھے شکریہ کا موقعہ دیں گی؟

حسینہ۔ آپ کی ذرّہ نوازی کی میں بے حد ممنون ہوں میں ضرور آپکے خیالات پر اپنی رائے ظاہر کروں گی اگرچہ مجھے معلوم ہے کہ میری رائے کی منزلت آپ جیسے

جہاندیدہ واقفکار ماہر علم کی نظر میں کیا ہوگی۔

(یوسف آجاتا ہے)

یوسف : معاف فرمائیے آپ کو بہت دیر میرا انتظار کرنا پڑا۔

کلیم : نہیں نہیں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ آپ کی صاحبزادی اگرچہ عورت ہیں تاہم بہت سمجھدار ہیں۔ آپ کی غیر موجودگی کو ان کی دلچسپ گفتگو نے بالکل بھلا دیا تھا۔ (حسینہ کی طرف عمداً پیٹھ پھیر کر) اچھا تو اس گڑیا کو مکمل کر کے میرے گھر جلد سے جلد روانہ کر دیجئے۔

(یوسف اور کلیم باتیں کرتے چلے جاتے ہیں)

حسینہ : (ماتھے پر انگلی رکھ کر) مالیخولیا خلل دماغ، پگلاپن یہ نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ سائنس نے دنیا و مافیہا سے بے خبر کر رکھا ہے ایسی تو کوئی علامت نظر نہیں آتی کہ بدحواس یا دیوانہ سمجھا جائے۔ خیر جو کچھ بھی ہو مگر ایسے مرد کو محبت کا سبق پڑھانا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ اچھا کوئی سائنٹفک موقع

نظر آیا تو میں ایسا ٹھیک بناؤں گی کہ کتاب عادات نسواں میں ان کو ایک اور فصل کا اضافہ کرنا پڑے گا عجیب آدمی ہے کہتا ہے کہ (نقل کرتی ہے) "الحمداللہ اس گناہ سے میں بالکل مبرّا ہوں"...... خیر دیکھا جائے گا۔

۵۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

(پھر دو)

ایکٹ سوم

گڑیا کلیم کے گھر روانہ کی جاتی ہے۔ لیکن گڑیا
کے بجائے حسینہ خود الماری میں
بند ہو کر چلی جاتی ہے۔

٭ ٭ ٭ ٭
٭ ٭ ٭
٭

ایکٹ سوم

کلیم کا گھر

اچھا خاصہ کمرہ۔ سوفا کرسیاں۔ دو چار عمدہ تصویریں چھوٹی سی لکھنے کی میز کرسی۔ تپائی پر بجلی کا لمپ۔ فرش پر اچھے قالین۔ لیکن صفائی کا نام نہیں۔ میز کے قریب گھومنے والی کتابوں کی الماری۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ کمرہ سلیقہ کی بدعت سے مبّرا ہے اور مالک اس سے بے خبر ہے...

ایک قدآدم الماری اس میں ابھی پہنچی ہے...........

(کلیم آتا ہے اور الماری کو دیکھ کر خوش ہو کر کہتا ہے۔)

کلیم: آگئیں۔ آگئیں۔ آپ تیار ہو کر اور بن سنور کر آگئیں۔

(الماری کھول کر مضحکانہ انداز میں تسلیم کرتا ہے)

"وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے" (چابی دکھاتے ہوئے) آپ تشریف تو لے آئیں مگر یہ یاد رہے کہ جب تک یہ اجازت نہ دے گی آپ کو پردہ نشین رہنا ہوگا۔

(الماری کبھی بند کرتا ہے کبھی کھولتا ہے۔ گڑیا الماری میں کھڑی نظر آتی ہے الماری کے ایک طرف کا بٹن دباتا ہے گڑیا دھم سے باہر آکر کھڑی ہوتی ہے ....

کلیم ذرا پیچھے ہٹ کر غور سے دیکھتا ہے)

س اور تو خوبیاں سب عالم تصویر میں ہیں
اک مگر ناز ہے یہ کم سخنی خوب نہیں

شعر تو اچھا ہے مگر معنی خوب نہیں۔ انگریزی کی مثل ہے کہ بچے دکھائی تو دیں مگر سنائی نہ دیں۔ بالکل درست ہے۔ لیکن اگر بچے کا لفظ نکال کر عورت کا لفظ ہوتا تو بالکل بجا ہوتا۔ کیوں بی صاحبہ؟ (ٹھوڑی کے نیچے انگلی لگا کر) ٹھیک ہے نا؟

ذرا اجازت ہو تو ہم آپ سے تعارف حاصل کریں۔

تسلیمات۔ آپ کون ہیں؟

(خاموش)

اچھا میں بتاتا ہوں۔ آپ ہیں پریوش، پری زاد۔ دل آرام

ماہ جبیں۔

میں کون ہوں؟

(جواب ندارد)

میں ہوں آپ کا مشتاق نظارہ۔ غلام بے دام۔ خاکسار کلیم

ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کچھ سمجھیں؟

(ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے۔ ہاتھ اسی حالت میں قائم رہتا ہے۔

اس کو اصلی جگہ واپس لے جا کر)

اچھا یہ بتاؤ کہ مجھے اپنے قریب دیکھ کر تمہارا کیا جی چاہتا ہے۔

یہی کہ یہ تھوڑا سا فاصلہ بھی جاتا رہے۔ یا یہ کہ تم میرا منہ نوچ کر

اور میری پیٹھ پر دوہتڑ مار کر بھاگ جاؤ۔۔۔ نہیں بولتیں؟۔۔۔

اچھا یہ ہی بتا دو کہ یہ کتنی (دو انگلیاں دکھاکر) انگلیاں ہیں؟

جواب خاموشی...... شاباش میری پیاری گڑیا۔ میری دلاری گڑیا۔ تیری کم سخنی کتنی دلفریب ہے۔ یہ ہی وہ خوبی ہے۔ جو مجھے عورتوں میں سب سے زیادہ پسند ہے۔

(گڑیا کی ہر چیز کو ہاتھ لگا کر)

بنگال کے بال ہوں۔ پنجاب کی ناک ہو۔ کشمیر کا رنگ و روپ ہو۔ ترکستان کی آنکھ۔ کابل کی ابرو، ایران کا تناسب ہو مدراس کی عورتوں کا ساجوبن ہو۔ دہلی کی نزاکت ہو۔ لکھنؤ کی ادا ہو...... یہ سب کچھ ہو۔ مگر زبان ندارد ہو۔ یعنی بالکل نہ ہو

ہمارے ہاں کے شاعر کہتے ہیں ؎

نہ ہو محسوس جو شے کس طرح نقشے میں ٹھیک اُترے
شبیہ یار کھچوائی۔ کمر بگڑی دہن.... بگڑا

کیا بیہودہ پن ہے نہ کمر ہے نہ دہن ہے۔ واہ صاحب واہ ارے میاں یہ کہو زبان نہ ہو۔ شاباش صاحبہ۔ (ٹھوڑی کے نیچے گدگدی

کرتا ہے) لیکن اگر آپ کو اس خاکسار کے بیان میں کچھ مبالغہ
معلوم ہوتا ہے یا شبہ کی گنجائش ہو تو شادی شدہ لوگوں سے پوچھئے
وہ آپ کو بڑے شوق سے بتائیں گے کہ بیوی بیں کم سخنی ایک انمول
مگر نایاب جوہر ہے۔

(دوسری طرف گھومتا ہے گڑیا اس کی پیٹھ کی طرف مُکّا اُٹھاتی
ہے۔ کلیم پھر مڑتا ہے۔ مُکّا ویسا ہی رہ جاتا ہے)

ارے یہ کون سا بٹن دبا دیا تھا (ہاتھ کو صحیح جگہ پر رکھ دیتا ہے)
اور دیکھئے میرے دوست شفتہ کہہ رہے تھے کہ ان کو وہ
عورت پسند ہے جس کے جسم میں لوچ ہو۔ جس میں ادا ہو عشوہ
ہو۔ ناز ہو۔ شوخی ہو، نزاکت ہو۔ جو بلانے سے نہ آئے۔ جسے ہاتھ
لگاؤ تو ہاتھ جھٹک دے۔ گلہ کریں تو گالیاں دے۔ کمر میں ہاتھ
ڈالو تو ناگن کی طرح سو سو بل کھائے۔ دامن تھامیں تو دامن جھٹک
کر اور بگڑ کر دور چلی جائے۔

اور ماشاء اللہ میری جان تم تو

ہرا دا ستانہ سر سے پاؤں تک چھائی ہوئی
اُف تری کافر جوانی جوش پر آئی ہوئی

(سر اونچا کرتا ہے ۔ وہیں رہ جاتا ہے ۔ گدگدی کرتا ہے
بے حس کھڑی رہتی ہے ۔ ایک بازو سیدھا کرتا ہے ۔ وہیں
رہ جاتا ہے)

اچھا یہ تو بتاؤ کہ تم کسے چاہتی ہو؟

(اس کی ایک اُنگلی کو سیدھا کر کے اپنی طرف اشارہ کراتا ہے)

شاباش

(مڑ کر دیکھتا ہے ۔ گڑیا دو ہتڑ مارنے کو اُٹھاتی ہے ۔ یہ جب
پھر مڑتا ہے ہاتھ وہیں رہ جاتے ہیں)

ارے اس کی کوئی کل تو نہیں بگڑ گئی ۔

(ہاتھ درست کر دیتا ہے)

اچھا آپ ذرا گانا سُنائیے ۔

(ہینڈل گھماتا ہے اور پھر بٹن دبا کر کرسی پر بیٹھ جاتا

ہے۔ گڑیا گاتی ہے)

غزل

آہ کیا جانئے کچھ تجھ میں اثر ہے کہ نہیں
اُن کو بھی میری محبت کی خبر ہے کہ نہیں
میرا احوال سناتی اُسے جا کر بارے
اس کے کوچہ میں صبا تیرا گذر ہے کہ نہیں
کون وقتوں کی مگر شام ہوئی ہے واللہ
شب فرقت کبھی تجھ کو بھی سحر ہے کہ نہیں
اس قدر ظلم وستم تم جو رَوا رکھتے ہو
اے بُتو کچھ بھی خدا کا تمہیں ڈر ہے کہ نہیں
ہم تو پڑھ لیتے ہیں منہ تیری طرف کرکے نماز
نہیں معلوم کہ کعبہ بھی ادھر ہے کہ نہیں

(کلیم دفعتاً بٹن دبا دیتا ہے اور گڑیا مصرع کہتے کہتے

خاموش ہو جاتی ہے - پھر بٹن دبانے پر اس نے شعر تمام کیا)

بہت خوب بہت خوب

اچھا ایک غزل اور سناؤ۔

(پھر بٹن دباتا ہے)۔

غزل

ٹھانی تھی دل میں اب نہ ملینگے کسی سے ہم
پر کیا کریں کہ ہو گئے لاچار جی سے ہم
ہنستے جو دیکھتے ہیں کسی کو کسی سے ہم
منھ دیکھ دیکھ روتے ہیں کس بے کسی سے ہم
اُس کوُ میں جا مریں گے مدد اے ہجوم شوق
آج اور زور کرتے ہیں بے طاقتی سے ہم

صاحب نے اس غلام کو آزاد کر دیا
لو بندگی کہ چھوٹ گئے بندگی سے ہم
کیا دل کو لے گیا کوئی بیگانہ آشنا
کیوں اپنے جی کو لگتے ہیں کچھ اجنبی سے ہم
ہے چھیڑ اختلاط بھی غیروں کے سامنے
ہنسنے کے بدلے روئیں نہ کیوں گدگدی سے ہم

(بٹن دباتا ہے گانا بند ہو جاتا ہے۔ کلیم تالیاں بجاتا ہے)

ک۔ بہت خوب۔ بہت خوب۔ (شعر دہراتا ہے)
ہے چھیڑ اختلاط بھی غیروں کے سامنے
ہنسنے کے بدلے روئیں نہ کیوں گدگدی سے ہم

(کھلکھلا کر ہنستا ہے) ذرا معاف کیجئے گا۔

(کلیم باہر جاتا ہے۔ حسینہ انگڑائی لیتی ہے۔ آنکھوں کو ملتی ہے اور ایک لمحہ کے لئے کرسی پر دراز

ہو جاتی ہے گویا تھکان دور کر رہی ہے ...... پھر
اُچھل پڑتی ہے)

حسینہ : مغرور کلیم! اگر تجھے سیدھا نہ کیا تو میرا نام حسینہ نہیں۔ مجھ سے کہتا ہے (اس کی نقل کرتی ہے) "اچھا یہ بتاؤ تم کسے چاہتی ہو" (اسی طرح اُنگلی سیدھی کرکے) غیر مہذب بد اطوار ٹیڑھی سمجھ کے جنگلی حیوان، خود غرضی کے مجسم نمونے۔ اپنی سائنس دانی پر مغرور۔ خداداد جذبات عشق و محبت کی نعمت سے محروم و دور........

(اُٹھ کر کتاب مصنفہ کلیم میز سے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیتی ہے غصہ سے زمین پر پاؤں مارتی ہے۔ کلیم کی ٹوپی اور کوٹ اُٹھا کر پاؤں سے ٹھکراتی ہے۔ گھومنے والی الماری کو طیش سے بزور گھماتی ہے۔ لیکن فطرت نسواں کی طرح کرسیوں کے غلافوں کی سلوٹ کو درست کرکے اور گدوں کو درست کرکے کرسی پر بیٹھ جاتی ہے)

دیوانہ کہتا تھا (اس کی نقل کرتی ہے) "آپ ہیں پریوش پری زاد، دل آرام، ماہ جبین اور میں ہوں آپ کا مشتاق نظارہ، غلام بے دام کلیم" اچھا غلام بے دام۔ ایم۔ اے پی۔ ایچ۔ ڈی تیرے قبضہ میں پھنسی ہوئی ہوں ع

جتنا جی چاہے ستا لے ستم ایجاد مجھے

لیکن جب میرا موقعہ آئے گا تو یہ بھی یاد نہیں رہے گا کہ کے بیسی ساٹھ ہوتے ہیں...... (وقفہ)........ ڈیڑھ گز زبان اور ساتویں آسمان پر مزاج..... تو تو اچھا خاصہ مارِ آستین نکلا۔ میں نے تو سمجھا تھا کہ بھولا بھالا آدمی ہے نہ آئے سے غرض نہ گئے سے واسطہ۔ کیسی باتیں بنانی آتی ہیں.... مجھے یہ پسند ہے۔ میرے دوست شیفتہ کو وہ پسند ہے (نقل کرتی ہے) بنگال کے بال ہوں "کشمیر کا رنگ و روپ ہو، پنجاب کی ناک ہو!" (کرسی پر سے اُچھل پڑتی ہے) اچھا نامراد اگر اسی پنجابی ناک نے تیری سائنسدانی کی ناک کو عورت کی جوتیوں پر نہ رگڑوایا تو نسوانی

ناک پر لعنت بلکہ ہزار لعنت ......(وقفہ کے بعد)......... شیخی پسند۔ بزم تحقیق عادات نسواں کا صدر بنا ہے۔ اور کتاب لکھتا ہے "عادات نسواں"۔

(پھر کتاب کو زمین سے اٹھاکر دور پھینکدیتی ہے) کپڑے پہننے کا سلیقہ نہیں۔ کوٹ کے بٹن ندارد قمیص میں کف درست نہیں پتلون میں ہزار سلوٹیں۔ چار جگہ پیوند لگے ہوئے۔ کرسیوں کے غلافوں میں جھول۔ تصویریں ٹیڑھی۔ غالیچے گرد آلود۔ میز کا حال دیکھو نہ ترتیب نہ سلیقہ۔ اور عورت ایسی چاہتا ہے۔ جو نہ بولے نہ بات کرے۔ کہتا ہے ......(نقل کرتی ہے) "زبان نہ ہو کم سخن ہو" اللہ رے سائنس۔ پتلے واہ رے احمق ...... تو اگر شادی شدہ ہوتا اور میں تیری بیوی ہوتی تو تجھے بتادیتی کہ کم سخنی کیا ہے (غصہ سے) توبہ توبہ ایسے ناقدرے سے شادی کون کرنے کے لئے تیار ہو سکتا ہے۔

مرد بے وفا، بے مروت، بے مہر، کج فہم، خود غرض حیوان

ہوتا ہے جس کے دل میں تسکین نہیں۔ صبر نہیں۔ قناعت نہیں۔ سردی سے یہ نالاں، گرمی سے یہ پریشاں۔ دھوپ میں بارش چاہتا ہے اور بارش میں دھوپ کی توقع رکھتا ہے۔ تونگری میں یہ قانع نہیں مفلسی میں صابر نہیں۔ الغرض یہ کہ مرد غیر مناسب اجزائے عناصر سے مرکب ہے اسی لئے تلون اس کے مزاج میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے بقول ذوق ؎

اول سے ہی بشر کو ہے نسبت خلاف سے

لیتا تھا کام منہ کا شکم میں یہ ناف سے

غلام بے دام۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی !! اپنے دوست شیفتہ سے کہہ رہے۔ کہ عورت کو وہ مرد پسند ہے جس کے دل میں جذبۂ عشق ہو جس کے چہرہ پر دبدبہ ہو۔ جس کی آنکھوں میں محبت ہو۔ جو جوانی کے نشہ میں مغرور نہ ہو اور بڑھاپے سے مجبور نہ ہو۔ جو غم میں غمگسار ہو جو خوشی میں خدا کو نہ بھولے جو گھر سے دور مگر دل کے قریب ہو۔ جس کی ہنسی میں کیف ہو۔

ہو جس کی زبان میں اثر ہو جس کے عادات بھولی بھالی ہوں
اور اطوار میں متانت اور سنجیدگی ہو۔

(کلیم کے پاؤں کی آواز سنائی دیتی ہے حسینہ جھٹ اپنی
جگہ پر جاکر صحیح کھڑی ہونا چاہتی ہے لیکن
وہیں کی وہیں رہ جاتی ہے ..... کہ کلیم پہنچ
جاتا ہے ...... کلیم آکر اسے اس کی جگہ پر صحیح
طور پر کھڑا کر دیتا ہے)

کلیم :۔ (مضحکانہ) ہاں میری بڑی زادنا چو۔ گاؤ۔ اُچھلو
کودو۔ لیکن اپنی ہی جگہ پر۔ اچھا اب آپ آرام
فرمائیں۔ خدا حافظ ... شب بخیر۔ میٹھی نیند سوؤ
اور اپنے غلام کلیم کے تصور میں میٹھے میٹھے خواب
دیکھو۔

اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے ... بٹن
دباتا ہے گڑیا اُچھل کر الماری میں چلی جاتی

ہے۔ کلیم اسے مقفل کر دیتا ہے۔ اور چابی دکھا کر کہتا ہے

یہ ہے اصلی طریقہ عورتوں کے رکھنے کا!

(پردہ)

ایکٹ چہارم

کلیم دفتر میں کچھ پریشان سا رہنے لگتا ہے اور گڑیا کی جدائی کو محسوس کرتا ہے۔

ایکٹ چہارم

(وہی کمرہ جو پہلے ایکٹ میں تھا)

(کلیم میز پر بیٹھا ہوا لکھ رہا ہے۔ ایک کلرک آکر
کچھ کاغذ چھوڑ جاتا ہے کچھ لے جاتا ہے۔۔۔۔۔۔
تھوڑی دیر کے بعد پھر کلرک آتا ہے)

کلیم: ذرا ٹھہرو جب گھنٹی بجاؤں گا اسوقت آنا۔

(کلرک چلا جاتا ہے)

(کلیم اُٹھ کر کمرہ میں ٹہلتا ہے اور گنگناتا ہے)

وہ کیا شعر ہے۔

کیا دل کو لے گیا کوئی بیگانہ آشنا
کیوں اپنے جی کو لگتے ہیں کچھ اجنبی سے ہم

کمال کا شعر ہے ؎

کیوں اپنے جی کو لگتے ہیں کچھ اجنبی سے ہم

جب ایک ایسی بے جان۔ بے حس بے زبان گڑیا کو گھر میں رکھ کر دل کی یہ حالت ہوتی ہے اور اسی کی مصنوعی حرکات آنکھوں میں بسی رہتی ہیں اور اسی کی آواز کانوں میں متواتر گونج رہی ہے تو خدا جانے اصلی جاندار گوشت پوست والی عورت کے ہونے سے دماغ کی حالت کیا ہوتی ہوگی....... کچھ ہوا کرے۔ چھوڑوں ان جھگڑوں کو

(کرسی پر بیٹھ کر بڑی مستعدی سے لکھنا شروع کر دیتا ہے کاغذوں کو بغور دیکھ کر ان کو سمجھنا چاہتا ہے مگر خیالات منتشر ہیں)

(بار بار دہراتا ہے) ؎

کیوں اپنے جی کو لگتے ہیں کچھ اجنبی سے ہم

یہ مصرع کیوں بار بار یاد آتا ہے ..... رات

نیند تو خوب آئی تھی ..... شاید موسم کا اثر ہو کہتے ہیں کہ موسم بہاریں کچھ ہوا ہی ایسی ہوتی ہے کہ دل بے قابو سا ہو جاتا ہے خدا معلوم کہاں تک ٹھیک ہے۔ مگر گذشتہ موسم بہار میں تو یہ حال کبھی نہ ہوا تھا.......

(ٹیلیفون اُٹھا کر نمبر ملاتا ہے)

5566 .... کون بولتا ہے ......

مرزا شیفتہ گھر میں ہیں ...... اچھا نہیں ہیں .....

کہاں گئے ہیں اور کب آئیں گے۔

ایک گھنٹہ کے بعد آئیں گے۔

آپ کون ہیں ؟

اچھا بیگم شیفتہ ہیں۔

آداب بیگم صاحبہ۔ فرمایئے بیگم صاحبہ آج آپ کا مزاج کیسا ہے۔

الحمد اللہ۔

ہاں بیگم صاحبہ تندرستی ضرور ہزار نعمت ہے۔ لیکن آج آپ کا مزاج کیسا ہے .... آپ سمجھی نہیں ..... میرا مطلب مکرر دریافت کرنے سے یہ تھا کہ آپ اپنے آپ کو کچھ اجنبی سی تو معلوم نہیں ہوتیں .....

میرا مزاج تو ابھی بخیر ہے لیکن آج کل کام بہت ہے اس کے باعث کچھ دردِ سر محسوس ہونے لگتا ہے۔

ہیں .... کیا فرمایا۔ ایسپرین کی ٹکیہ کھا لوں ..... بہت خوب ضرور کھالوں گا۔

تھینک یو۔ بیگم صاحبہ میں ضرور کل کھانے پر حاضر ہونگا۔ انشاءاللہ ...... ساڑھے آٹھ بجے؟ ..... ہاں ہاں۔ دیکھئے بیگم صاحبہ میں نے پچھلے ہفتہ ایک قد آدم گڑیا مول لی ہے جو ہر کام بجلی سے کرتی ہے گاتی ہے ناچتی ہے اور خبر نہیں کیا کیا کرتی ہے عجیب چیز ہے ہ

کیا کہیں عالم ایجاد میں کیا کیا دیکھا ہمنے مٹی کے کھلونے کو بھی گویا دیکھا

آپ کسی دن مرزا صاحب کے ساتھ تشریف لا کر دیکھیں... نہیں آج تو نہیں میں مکان

پر ذرا دیر سے پہنچوں گا۔ دفتر میں کام بہت ہے اور پھر میں

آج ایک جگہ جا رہا ہوں۔ اگر آپ پرسوں تشریف لائیں تو

عین خوشی ہوگی اور گڑیا کی بے شمار خصوصیات ہیں کل میں زبانی

عرض کروں گا...... ہاں تو جا بھی سہ پہر کو ہیں

بھیجئے گا...... دیکھئے آج گڑیا ایک شعر گا رہی تھی مے

جوہری ہووے تو ہم پوچھیں دکھا کر در اشک

آبدار ایسا ترے پاس گہر ہے کہ نہیں

...... گڑیا سے کھیلنا مجھے مبارک ہو اور اس کی شادی

کب ہوگی تاکہ آپ میاں بیوی کو دعوت کا موقع ملے (قہقہا)

بیگم صاحبہ یہ ایک ہی کہی۔ اچھا تو آپ گڈے کا بندوبست

کر دیجئے۔ گڑیا میری رہی...... کون میں! گڈا بن

جاؤں! (زور سے ہنستا ہے) خوب خوب ....

Hallo Hallo بیگم صاحبہ ایک اور بات آپ سے پوچھنی تھی۔ آپ کے خیال میں کہیں سے بولنے والی گڑیا بھی مل سکتی ہے .... اصلی عورت کیوں نہ رکھ لوں .... نہیں نہیں بیگم صاحبہ (ٹھنڈا سانس بھرتا ہے) اس دردِ سر کے مول لینے کو میں تیار نہیں .... لیکن میں دل میں سوچ رہا تھا کہ کیا خوب ہوتا کہ گڑیا بولتی بھی ہوتی۔ کچھ دل بھلا رہتا اور یہ

"کیوں اپنے جی کو لگتے ہیں کچھ اجنبی سے ہم"

محسوس نہ ہوتا ..... اسپرین ...... ہاں ہاں اسپرین تو کھا ہی لوں گا ....

(ٹیلیفون رکھ دیتا ہے پھر فوراً اٹھاتا ہے)

Hallo Hallo Hallo (ٹیلیفون رکھ دیتا ہے) اچھا خیر اسپرین ہی سہی!

(زہرخندہ) "بھلا تم زہر دے دیکھو اثر ہوئے تو میں جانوں"

(میز پر بیٹھ کر کچھ لکھنا شروع کر دیتا ہے)

وہ قطعہ جو کسی شاعر نے لکھا ہے وہ کیا تھا۔

(کتابوں میں سے ڈھونڈھ کر نکالتا ہے اور پڑھتا ہے)

قطعہ

چاند کی گولائی لے کر سانپ کا لے پیچ و خم
اختر ارِ بادِ چلتی ہے جو گل پر صبح دم
فکرِ شاعر کی نزاکت ماہِ نَو کی لے کجی
بانکپن طاؤس کا سرخی گُلِ کہسار کی
رم خصائل کالے کالے دیدۂ آہوئے چیں
جن پر ہو رقصِ شعاعِ مہرِ چرخِ چارمیں
بے وفائی آنکھ سے طوطے کی لی۔ بدلی سے اشک
خوف قلبِ اہلِ دل سے بوالہوس سے جور و رشک
سرد مہری برف سے لیں سختیاں الماس سے
تا بتانِ آہنی دل کا دلِ سنگیں بنے

طوطیٔ گلزار نے رنگینیٔ منقار دی
شاعروں نے ہدیتاً شیرینیٔ گفتار دی
گندھ گندھا کر یہ مصالحہ جب اکھٹا ہو گیا
دست قدرت نے بنایا ایک سانچہ نور کا
شعلہ کو شرمائے جو وہ نور کی صورت بنی
شکل عورت کی بنی کیا موہنی مورت بنی

(بار بار دوہراتا ہے)
شکل عورت کی بنی کیا موہنی مورت بنی

(اپنی کتاب کھول کر پڑھتا ہے۔)

خود غرضی عورت کا پیدائشی حق ہے اور اس باب میں اُ
ایک باکمال صناع کا درجہ حاصل ہے۔ صناع بھی وہ صنا
جس کی ہر ادا دل گیر اور ہر تصویر دل پذیر۔

......(کتاب زمین پر پٹک دیتا ہے)
شکل عورت کی بنی کیا موہنی مورت بنی۔

(اُٹھ کر ٹہلنا شروع کرتا ہے چابی نکال کر دیکھتا ہے
اور خیالی الماری میں چابی لگانی چاہتا ہے - پھر
یاد آتا ہے کہ وہ الماری تو گھر میں ہے - چابی کو
چوم کر پاکٹ میں رکھ لیتا ہے)

بیگم شیفتہ ٹھیک کہتی تھیں ۔ اسپرین کھالو......

(گھنٹی بجاتا ہے)

(نوکر آتا ہے)

کلیم : قریب ہی دواخانہ ہے اُس سے ایک شیشی اسپرین کی ٹکیوں کی لے آؤ ۔

نوکر : حضور پرچہ پر لکھدیں ۔

(کلیم اپنے قوت تخیل و تصور میں ایک پرچہ پر پنسل
سے لکھ دیتا ہے "موہنی مورت" اور نوکر کو پرچہ
دے دیتا ہے)

(نوکر جاتا ہے)

(سر پر ہاتھ پھیرتا ہے گویا درد سر ہے)

دردِ سر کے لئے تو اسپرین مفید ہوتی ہے۔ لیکن خبر نہیں یہاں
(دل پر ہاتھ لے جاکر) کے درد کے لئے کون سی دوا مفید ہوگی

؎ ترے درد کا دل مبتلا یہ بتا علاج میں کیا کروں
نہ طبیب ہوں کہ دوا کروں نہ فقیر ہوں کہ دعا کروں

(سر جھکا کر بیٹھ جاتا ہے)

(نوکر آتا ہے)

نوکر :۔ صاحب دواخانے میں یہ دوا نہیں ہے کمپوڈر صاحب
نے ساری کتابیں دیکھ ڈالیں لیکن "موہنی مورت"
کوئی دوا نہیں ہے۔

کلیم :۔ ہیں کیا بک رہا ہے۔

(پرچہ نوکر سے لیتا ہے اور پڑھتا ہے "موہنی صورت"
شرمندہ سا ہو جاتا ہے)

ہاں ٹھیک ہے دواخانوں میں تو یہ دوا نہیں ہوتی

اچھا جانے دو۔ میں خود کہیں اور سے لے آؤں گا۔

(نوکر جاتا ہے)

دواخانہ میں تو یہ دوا ملتی نہیں۔ لیکن گھر چلیں دیکھیں، وہاں دردسر کی دوا شاید کسی الماری میں رکھی ہوئی مل جائے

(کلیم کرسی سے اٹھ کر کوٹ پہنتا ہے ٹوپی اوڑھتا ہے.....

.....گھنٹی بجاتا ہے).....

(بابو آتا ہے)

کلیم :۔ بابو! آج میری طبیعت کچھ ناساز سی ہے۔ میں گھر جاتا ہوں۔ اگر کچھ ضروری کاغذ ہوں تو وہیں بھیج دینا۔

کلرک :۔ بہت خوب۔

(کلرک جاتا ہے)

کلیم :۔ گڑیا کا وہ شعر کیا تھا؟

اس کو ہیں جا مریں گے مدد اے ہجوم شوق
آج اور زور کرتے ہیں بے طاقتی سے ہم

بالکل ٹھیک - آج اور زور کرتے ہیں بے طاقتی سے ہم -

(پردہ)

ایک پنچھ

کلیم دعا مانگتا ہے

ایکٹ پنجم

کلیم کا گھر

(کلیم گھر آتا ہے اور گنگناتا ہے۔ (آج اور زور کرتے ہیں بے طاقتی سے ہم) الماری کی طرف بڑے شوق سے جاتا ہے۔ پھر اُسے یاد آتا ہے کہ ٹوپی کوٹ بھی اُتارنا ہے۔ الماری کھول کر بٹن دباتا ہے گڑیا باہر نکل آتی ہے...... اسے بڑے غور اور محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے.....)

کلیم ۔ قائم! اور تجھ سے طلب بوسہ کی! کیونکر مانوں
ہے تو ناداں مگر اتنا بھی بد آموز نہیں

(بٹن دباتا ہے۔ آپ کرسی پر بیٹھ جاتا ہے گڑیا گاتی ہے)

غزل

فراقِ غیر میں ہے بے قراری یاب اپنا سا
بنایا تونے اس کو بھی دلِ بیتاب اپنا سا
جوابِ خونِ ناحق میرا ایسا کیا دیا تونے
کہ ظالم رہ گئے منہ لے کے سب احباب اپنا سا
اگر مرضی یہی ٹھیری کہ تجھ کو چھوڑ دوں مجھ کو
بتا دے اور کوئی غیرت ماہتاب اپنا سا
یہ رنگ آمیزیاں کیسی ہیں کس کا ڈر ہے دیکھو تو
مجھے تو کچھ نظر آتا ہے یہ خوشتاب اپنا سا
بناوٹ سے یہ زلفیں لاکھ بَل کھایا کریں لیکن
یہ ممکن ہی نہیں ہے ہو وے پیچ و تاب اپنا سا۔

(بٹن دباتا ہے۔ گانا بند) ......

سچ ہے ؎

یہ ممکن ہی نہیں ہے ہووے پیچ و تاب اپنا سا

(اُٹھ کر اس کے رخساروں کو ہاتھ لگاتا ہے۔ ہاتھ سر

آنکھوں کو دیکھتا ہے اوپر نیچے ملاحظہ کرتا ہے)

ے: تفنگ و تیر تو ظاہر نہ تھا کچھ پاس قاتل کے

الٰہی پھر جو دل پر تاک کر مارا تو کیا مارا؟

جگر دل دونو پہلو میں ہیں زخمی اس نے کیا جانیں

ادھر مارا تو کیا مارا اُدھر مارا تو کیا مارا!

(شوق سے اپنی طرف کھینچتا ہے کہ گودی میں بٹھالے۔ گڑیا

بت بنی رہ جاتی ہے حیران ہو جاتا ہے آخر کرسی پر بیٹھ جاتا ہے)

عورت ایک معمہ تھی اور ہمیشہ معمہ ہی رہے گی۔ بھلا اگر آغوش تمنا میں آجاتی تو کیا حرج تھا۔ لیکن عورت ذات ضدی واقع ہوئی ہے نہیں مانتی مگر اس کا کیا قصور ہے ے میں الزام اسکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔ کاریگر کو تو خود میں نے ہدایت کی تھی کہ ایسی گڑیا نہ ہو کہ جو میری کرسیوں پر بیٹھے اور میرے سوفوں اور کرسیوں کو بھی اپنی نسوانی رنگینی سے تنگ

ڈالے .... تاہم اس بے وقوف کو کچھ تو اپنی بھی عقل سے !
کام لینا چاہیئے تھا۔ لیکن گڑیوں کا کارخانہ کجا اور دانشمندی کجا
ایں خیال است ومحال است وجنوں ۔

(پھر بٹن دباتا ہے گڑیا گاتی ہے)

یس احوال دل مرگیا کہتے کہتے
تھکے تم نہ بس بس سنا کہتے کہتے

مجھے چپ لگی مدعا کہتے کہتے
رکے ہیں وہ کیا جانے کیا کہتے کہتے

شب ہجر میں کیا ہجوم بلا ہے
زباں تھک گئی مرحبا کہتے کہتے

چلے تم کہاں میں نے تو دم لیا ہے
فسانہ دل زار کا کہتے کہتے

ستم ہائے گردوں مفصل نہ پوچھو
کہ سر پھر گیا ماجرا کہتے کہتے

صد افسوس جاتی رہی وصل کی شب
ذرا ٹھیرا اے بے وفا کہتے کہتے

(بٹن دباتا ہے گانا بند)

(دہراتا ہے) زباں تھک گئی مرحبا کہتے کہتے ۔

(دوسرا بٹن دباتا ہے جس سے گڑیا ناچنا شروع کرتی

ہے۔ اس کے ساتھ خود بھی ناچتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد اسے اپنی چھاتی سے لگانا چاہتا ہے۔ لیکن گڑیا بت کی طرح ساکت کھڑی رہ جاتی ہے)

چلو چلو یہ کیا ہو گیا۔ اَیں شاید غلط بٹن دبا دیا ہو گا۔

(اس کی قمیص کی طرف اشارہ کر کے .... ہنستا ہے لیکن مایوسانہ انداز میں بیٹھ جاتا ہے اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیتا ہے ......)

ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ ؎

خداوندا یہ کیا معاملہ ہے۔ ساری عمر کے خیالات۔ سب تجربے، کل سائنس کی تحقیقات، سرتاپا غلط ہو گئے۔ جن باتوں کو بڑے بڑے فلاسفروں سے سیکھ کر میں نے کتاب میں لکھا اور جس کتاب کا ساری دنیا میں چرچا ہو رہا ہے کہ بے مثل ہے وہ حرف غلط بن گئی ؎

سمجھ ہی میں نہیں آتی ہے کوئی بات ذوق اس کی
کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

(کتاب کھول کر پڑھتا ہے) "عورتوں کی خود غرضی میں ایک شاعرانہ روانی، ایک دل آویز بے ساختہ پن، ایک بھولی بھالی خوبصورتی ہوتی ہے"! ..... (گڑیا کو دیکھ کر) شاعرانہ روانی دل آویز بیساختہ پن، بھولی بھالی خوبصورتی .... ہاں ہوتی ہے اور ضرور ہوتی ہے اللہ رے اس کی کہربائی صنعت اللہ رے اس کی جادو نظری۔

(دل پر ہاتھ رکھ کر ٹھنڈا سانس بھرتا ہے۔ کرسی گڑیا کے قریب لاکر بیٹھتا ہے اور گڑیا کی صورت دیوانہ وار دیکھے جاتا ہے .... یکایک مایوسی میں بٹن زور سے دباتا ہے .... گڑیا میں تھوڑی دیر کے لئے بڑے زور سے حرکت ہوتی ہے اور پھر خود بخود بند ہو جاتی ہے ....)

لو بجلی کا تار بھی ٹوٹ گیا اور اگر اس کی کوئی اور کل بگڑ گئی ہو تو تعجب نہیں ..... میری پیاری گڑیا ..... دلنواز گڑیا۔ نازنین گڑیا .... میری فرصت کے لمحوں کے کھلونے

میری مسرت، میری فرحت انبساط وخوشی کی مورت......
مجھے یوں چھوڑ کر رخصت نہ ہو (وقفہ) اچھا خدا حافظ.......

(رقت طاری ہو جاتی ہے پھر گھبرا کر......)

نہیں نہیں جاؤ نہیں۔ مجھ سے علیحدہ نہ ہو.... کچھ منہ سے بولو۔ اگر زبان سے اتنا کہدو گی کہ پھر ملیں گے تو دل کو ذرا تسکین ہو جائے گی۔

(اٹھ کے گڑیا کے قریب جاتا ہے اس کے ہونٹوں کو ہاتھ لگا کر)

ے "رُکے ہیں وہ کیا جانے کیا کہتے کہتے"

میری پیاری بولو بولو بولو (بڑے زور سے) بولو۔ فلاسفر کہہ گئے ہیں کہ عورت کی زبان مردوں سے لمبی اور تیز ہوتی ہے اور کبھی بند نہیں ہوتی۔ کیا یہ قول بھی ان کا غلط ہے۔ اچھا یوں ہی سہی...... ایک دفعہ تو بولو۔

(سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے)

غلطی میری ہے سراسر میری۔ اس بے رحم کاریگر سے
میں نے ہی تو کہا تھا کہ ایسی گڑیا ہو کہ بولے نہیں اور نہ بات کرے
مجھے کیا علم تھا..... کہ...... "کیا گذرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک"
مگر اب یقینی بات ہے کہ مجھے........ آہ مجھے کیا ہو گیا۔ دل
بیٹھا جاتا ہے کوئی اندر ہی اندر چٹکیاں لے رہا ہے کلیجہ منہ کو
آرہا ہے ۵۔

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ۔
اِک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

(گڑیا کلیم کی حالت زار دیکھ کر ہاتھ پھیلا کر اسے بغلگیر
کرنا چاہتی ہے پھر رک جاتی ہے کلیم بیتابی کے ساتھ اُٹھتا ہے مگر
پھر صوفے پر گر پڑتا ہے)

۶ کیا سب جہاں میں جیتے ہیں مومنؔ اِسی طرح (وقفہ)

(پھر دو زانو ہو کر دست بدعا ہوتا ہے)

خداوندا۔ مولے اور آقا۔ کائنات کے پیدا کرنیوالے۔ اے پروردگار عالم

اے مسلمانوں کے رب العالمین، ہندوؤں کے برہما مہاراج، عیسائیوں کے معبود۔ دل شکستہ کے فریاد رس، آرزوؤں کو پورا کرنیوالے میری التجا کو سُن۔ اور میری دعا میں تاثیر پیدا کر۔ تونے حضرت نوح کی کشتی کو طوفان کی آفتوں سے بچا کر کنارے لگایا تو نے حضرت ایوب کے آنسوؤں کو اپنے دامن رحمت میں جگہ دی تھی تو ہی حضرت دانیال کا رکھوالا بنا تھا۔ میری بے چارگی پر بھی تو ہی رحم فرما۔ مجھے کچھ خبر نہیں کہ میں کس حال میں ہوں۔ میری حالت دیکھ کہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میرا دل و دماغ جواب دے چکا ہے۔ مجھے یہ معلوم ہوتا ہے گویا جسم اور روح کا رشتہ آج جدا ہو رہا ہے۔ تو رحیم ہے۔ تو کریم ہے۔ پریشان حالوں کا مددگار ہے غریبوں کا ساتھی ہے۔ یتیموں کا والی۔ اپاہجوں کا سہارا ہے۔ میرے شکستہ دل کو جوڑ اور مجھے وہ اطمینان بخش جس سے دل کو تسکین ہو اور میری جانِ ناتواں کو کرب اضطراب سے نجات ہو۔

میری قوت گویائی جا چکی۔ قوت ادراک کھو چکا۔ فہم و فراست رخصت ہو چکی، مجھے نہیں معلوم میں عالم بیتابی میں کیا بک رہا ہوں

میں جو کچھ کہہ رہا ہوں بے قابو ہو کر کہہ رہا ہوں۔ تیری قدرت پر قربان..... تو نے مشت خاک سے انسان پیدا کیا۔ تو نے قطرہ کو دریا اور دانے کو خرمن بنا دیا۔ تو نے صدف کے شکم سے گوہر آبدار پیدا کیا۔ زمین سے گلہائے رنگارنگ پیدا کئے۔ پتّہ۔ پتّہ۔ بوٹا بوٹا تیرا مدح سرا ہے۔ نسیم سحر کے جھونکے تیری ہی قدرت کے گیت گاتے ہیں۔ کیا تیری قدرت سے باہر ہے کہ بے زبان بے جان پتلے میں جان ڈالدے ......اے میرے رحیم و کریم رحم کر اے میرے کریم کرم کر کرم کر

(گڑیا کی طرف ہاتھ پھیلا کر)

بیا بیا کہ مرا طاقت جدائی نیست

(غش کر جاتا ہے) (ایک لمحہ کے لئے روشنی گل ہو جاتی ہے اسکے بعد الماری نظر نہیں آتی حسینہ کلیم کا سر گود میں لئے بیٹھی دکھائی دیتی ہے)

کلیم : (آنکھیں کھولتا ہے) میری پیاری گڑیا بولو

حسینہ کلیم کلیم ہوش میں آؤ۔

ج خواب
کی نیند
ہماری حسینہ

نہ جاگوں ۔
عشق کی فضا
ئی سائنس

ئی ہے)